ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.02 No.04 (2024)

نوتاریخیت اور دیگر ادبی تھیوریز اثرات وانضمام

NEO HISTORICISM AND OTHER LITERARY THEORIES: INFLUENCES AND INTEGRATION

زاہد حسین، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر سمیرا اکبر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondence email: sumairaakbar@gcuf.edu.pk

Abstract

The emergence of any literary theory, including Neo Historicism, is deeply rooted in the influences of preceding ideologies and societal, political, and economic contexts. Rather than being abrupt, new theories evolve as expansions or adaptations of previous paradigms. Often misconceived as oppositional to earlier ideas, these theories refine and expand on existing frameworks to align with contemporary realities. This article explores the evolution of New Historicism, analyzing its interaction with other literary theories such as Marxism, Post-Structuralism, Feminism, Postcolonialism, and Deconstruction. Neo Historicism emphasizes the dynamic relationship between literature, language, and history. It argues that meanings in texts are neither fixed nor isolated from their historical and cultural contexts. Drawing from Post-Structuralism, it highlights the instability of language and meaning over time. Like Deconstruction, Neo Historicismreveals the power dynamics embedded in texts but extends this analysis to historical and societal structures.This article also examines New Historicism's intersections with Marxism and Post colonialism, discussing how power and class dynamics influence literature and historical narratives. Influenced by thinkers like Stephen Greenblatt, the theory foregrounds power relations as essential to understanding texts. Similarly, Neo Historicism engages with Feminism by addressing the historical exploitation and representation of women in literature, offering a broader, context-driven analysis of gender and societal roles. Furthermore, the article discusses the mutual influence of Neo Historicism and Postcolonialism in exposing the ideological underpinnings of colonial narratives. It critiques grand narratives perpetuated by colonial powers to maintain dominance and challenges the constructed "truths" used to justify their actions. In conclusion, Neo Historicism provides a versatile framework that integrates various interdisciplinary perspectives, encouraging a nuanced understanding of texts as products of their time. By questioning absolute truths and engaging with diverse theoretical influences, it offers a critical lens to analyze literature within its socio-historical milieu.

Keywords: Neo Historicism, Marxism, Post-Structuralism, Feminism, Post colonialism, Deconstruction

درحقیقت کوئی بھی نظریہ اچانک وجود میں نہیں آتا۔ اس کے تشکیل میں آنے سے قبل اس کے پیچھے کئی دیگر نظریات وافکار کارفرما ہوتے ہیں۔ اس کے تشکیل میں آنے کے کئی سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مقاصد بھی موجود ہوتے ہیں۔ دیگر نظریات کی شکست وریخت یا وسعت پذیری کے بعد کوئی نظریہ پرورش پاتا ہے۔ ہمارے ہاں نو نظریات کو عموماً ان سے جڑے ہوئے گزشتہ نظریات کی رد سمجھا جاتا ہے لیکن عموماً نو نظری مباحث رد کی بجائے توسیع کو بروئے کار لاتے ہیں۔ یہ اُن نظریات کی توسیع کے ساتھ ساتھ عصری عہد کے مطابق ان کی تصحیح بھی کرتے ہیں۔ رجعت پسند نظریاتی اسے قبول کرنے میں پس وپیش کرتے ہیں۔ وہ انہیں پُرانے نظریات کی مخالف ضد کے طور پر لیتے ہیں۔ اس لیے پہلی اور عمومی کوشش یہ کی جاتی ہے کہ ان نظریات کو یا تو دبا دیا جائے یا ان کی اس طرح کی تفہیم پیش کی جائے کہ لوگ اُسے قبول کرنے سے گریز کریں۔ اس طرح ان نظریات کی مقبولیت اور قبولیت دونوں کو چوٹ پہنچائی جاتی ہے۔

نوتاریخیت کے ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ بہت سی ادبی تحریکوں، تصوّرات اور نظریات سے گزر کر سامنے آئی ہے۔ اس کی پرداخت میں

دیگر ادبی تحریکوں کے محققین اور نقادوں کا ہاتھ ہے۔ نو تاریخیت جن ادبی تحریکوں سے متاثر ہو کر مقابل و موافق کی فضا سے اُبھر کر ہمارے سامنے آتی ہے اس میں مارکسز کے افکار و نظریات، پس ساختیات، ثقافتی تحریک، نو آبادیات، تانیثیت، ردِّ تشکیل، نئ ادبی تھیوری وغیرہ کے نظریات تاریخ کے ساتھ زبان اور الفاظ کے بدلتے ہوئے تناظر میں کرتی ہے۔ الفاظ اپنی شکل و صورت اور معانی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ضروری نہیں کوئی لفظ، کوئی اصطلاح یا کوئی لسانی پہلو سو سال قبل کے معنی موجودہ عہد میں بھی دے رہا ہو۔ پس منظر بدلنے کے ساتھ زبان اور معنی غیر مستحکم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نو تاریخیت اسی تغیر و تبدل کو تاریکی تناظر میں دیکھتی ہے۔ متن کے سیاق میں جا کر الفاظ کے معنی تلاشتی ہے اور اس کے معاصر عہد اور موجودہ عہد سے اس کا تقابل عمل میں لاتی ہے۔ نو تاریخی نظریے میں یہ دیکھا جاتا ہے کوئی بھی تاریخی نوعیت کی دستاویز کس طرح اپنے وقت کے مطابق نظریاتی ڈھانچے اور موجودہ نظریات کو ظاہر اور متاثر کرنے کا کام کرتے ہیں۔

یوں کسی بھی متن کے معنی اور حقیقت کی سمجھ تاریخی اور ثقافتی سیاق و سباق میں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کس متن کا مطلب اس کے لکھے جانے یا پڑھے جانے کی وقت ثقافتی حالات کے مطابق تبدیل ہو سکتا ہے۔ پس ساختیات کا نظریہ بھی یہی کہتا ہے کہ زبان کی ساخت اور علامتیں ہمیشہ متغیر ہوتی ہیں۔ ایک متن کے مختلف کارتین کے لیے مختلف معانی ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں نظریے قاری اساس تنقید پر زور دیتے ہیں۔ دونوں ہی زبان و بیان کے تجزیے کے ذریعے طاقت کے پیچیدہ حرکیات کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دونوں ہی زبان و بیان کے تجزیے کے ذریعے طاقت کے پیچیدہ حرکیات کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دونوں ہی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ متن کو اس کے سیاق و سباق سے علاحدہ کر کے تفہیم میں نہیں لایا جا سکتا ہے۔ نو تاریخی اور پس ساختیاتی نظریوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں ادبی مطالعات میں زبان، معنی، سیاق و سباق کے تصوّرات کو وسیع پیمانے پر استعمال میں لاتے ہوئے ادبی متون کا تجزیہ کرتے ہیں۔ دونوں میں بنیادی فرق نقطہ نظر کا ہے اور تجزیاتی طریقوں کا ہے لیکن دونوں میں ہی لامرکزیت کی ایک کیفیت پائی جاتی ہے۔

نو تاریخیت میں ردِّ تشکیل کا خاص عمل دخل دیکھنے کو ملتا ہے۔ ردِّ تشکیل میں مرکز زبان ہے جبکہ نو تاریخیت زبان کے اس تطہیر کو کھینچ کر تاریخ کی طرف لے جاتی ہے۔ ردِّ تشکیل شدّت پسند مفکر اس عمل کو بنیادی طور پر سخت ناپسند کرتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سے ادبی مطالعات روایتی انداز سے ہٹ کر اُبھریں گے۔ دونوں نظریے تنقید کے قدیم رویے چیلنج کرتی ہیں۔ ردِّ تشکیل پُرانے معانی کی نفی کرتی ہے اور نو تاریخیت معنی کو کسی اکہری جہت سے نکال کر نئے معنی کی طرف لے آتی ہے۔ دونوں میں ایک اشتراک یہ بھی ہے کہ دونوں بین العلومی ہیں۔ ردِّ تشکیل زبان اور فلسفہ سے اپنا ضمیر کشید کرتے ہوئے ادبی متون کی تنقیدی جہات کو وسیع کرتی ہے۔ نو تاریخیت، تاریخ، بشریات اور سماجی علوم کو بنیاد بنا کر متون کی تفہیم و تشریح کرتی ہے۔ دونوں کی فلسفیانہ تنقیدی بصیرت جُدا جُدا ہے لیکن طریقہ تنقید میں ایک اشتراک سیاق و سباق پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا موجود ہے۔ ردِّ تشکیل زبان و معنٰی کے جس متن کے مابین افتراقات کو تلاشتی ہے۔ زبان میں موجود وہ خلا اور امتیازات جو معنٰی کی تشکیل کرتے ہیں انہیں دیکھتی وہیں نو تاریخیت کے سیاق و سباق میں متن کی تاریخی اور ثقافتی حدود و قیود کارفرما ہوتی ہیں۔

پال دی مان (Paul De Man) کہتا ہے:

> "The interest of deconstruction is precisely that it seeks out the point of greatest blindness."(i)

ایسے ہیں جن سے نو تاریخیت کسی نہ کسی حوالے سے متاثر نظر آتی ہے۔

نو تاریخیت مارکسزم کے ساتھ اقتداری اور سماجی قوتوں کے حوالے سے ایک تعلق قائم کرتی ہے۔ دونوں نظریے ادب کی تشکیل کے حوالے سے سماجی اور معاشی طاقتوں کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ مارکسی تنقید عموماً طبقاتی جدوجہد اور معاشی تعین پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھتی ہے۔ اس کے برعکس نو تاریخیت مذکورہ دونوں چیزوں کو شامل کر کے اس میں مزید وسعت پیدا کرتی ہیں۔ معاشرے میں قانون، ریاست، عدلیہ، فوج اور پولیس وغیرہ کس طرح کثیر جہتی طبقاتی نظام قائم کرتے ہیں نو تاریخیت اس پر بھی اپنی توجہ مرکوز کرتی ہے۔ وہ اس طبقاتی کشمکش کو سماج کے وسیع تر سیاق و سباق میں رکھ کر ادبی مطالعات پر اپنی توجہ مرکوز کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس ضمن میں بہت سے مفکرین لوئیس مونٹرد، اسٹیفن گرین بلاٹ، کیتھرین گیلاگر وغیرہ نے نو تاریخیت کے تصور کو بیان کیا ہے، اس حوالے سے گرین بلاٹ کا کہنا ہے:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.02 No.04 (2024)

> "Neo Historicismis mode of critical interpretation which privileges power relations as the most important context for understanding the literature."(ii)

یوں نو تاریخیت میں تنقید کا ایک پہلو یہ بھی ہے جو طاقت اور ادب کے باہمی تعامل کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ نو تاریخیت میں یہ نکتہ دونوں میں اشتراک پیدا کرتا ہے۔

نو تاریخیت، نومارکسیت سے گہرا ربط رکھتی ہے۔ نومارکسیت اور نو تاریخیت میں یہ پہلو مشترک ہے کہ دونوں ہی اپنے اپنے بنیادی نظریات کی توسیع ہیں اور دونوں تاریخ سے جڑی ہوئی ہیں۔ نومارکسیت بھی چیزوں کو تاریخ کے حوالے سے دیکھنے کی قائل ہے۔ دونوں میں متون کی وضاحت کے لیے متون کے سیاق وسباق پر گہری نظر پڑتی جاتی ہے۔ یوں یہ دونوں نظریات ایک دوسرے کے ساتھ باہم اس طرح جُڑے ہیں کہ ایک دوسرے کی تفہیم و تشریح میں بھی مدد فراہم کرتے ہیں۔ فریڈرک جیمسن (Freidrick Jemison) ایک مشہور نومارکسی مفکر ہے۔ ان کا یہ قول:

> "Always Historicite!"(iii)

یہ نو تاریخیت کا بنیادی اصول ہے۔ نو تاریخیت تمام متون کو تاریخ کی پیداوار کے حوالے سے دیکھتی ہیں۔

اسی طرح سے نو تاریخیت، پس ساختیات سے بھی اثرات قبول کرتی ہے۔ پسِ ساختیات اور نو تاریخیت میں مہابیانیہ اور لفظوں کے مقررہ معنی کے ابہام کے تصوّر میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ دونوں ہی ادبی متون کو، الفاظ کو، اور مہابیانیوں کو ثقافتی اور نظریاتی طاقتوں کی پیداوار کے طور پر دیکھتے ہیں۔ نو تاریخیت، پسِ ساختیات کا استعمال نو تاریخیت ماضی کے اندھیرے میں جھانک کر ثقافتی عمل سے گزرتے ہوئے اسی اندھیرے میں روشنی پیدا کر کے اس اندھیرے خلا کو منور کرتی ہے۔ جس طرح ردِ تشکیل ادبی متون کے مہابیانیوں اور علامتی پہلوؤں کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ تشکیل کے عمل سے کیسے گزرا، کب ظہور پذیر ہوا۔ نو تاریخیت بھی ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر متون کے تشکیلاتی عمل کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح گائتری چکرو تتی نو آبادیات اور ردِ تشکیل کا اہم نام ہیں۔ وہ تاریخیت کو اس نظر سے دیکھتی ہے کہ تاریخ جب تشکیل پا رہی ہوتی ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تاریخ کو منظر پر لانے میں کس کا کردار ہے۔ محکوم طبقہ کو کبھی بول نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ کے اہم واقعہ کے وجود میں آنے کے عمل کے لیے طاقت ور طبقہ ہی ہوتا ہے جو اُسے تشکیل دے رہا ہوتا ہے۔ اس کی نظر میں تاریخ پسماندہ لوگ کی درست، غیر جانب دار نمائندگی کبھی نہیں کر رہی ہوتی۔ ان کی آوازوں کو ہمیشہ کے لیے دبا دیا جاتا ہے۔ گائتری کے مطابق:

> "Can the subaltern speak? What must the elite do to watch out for the continuing construction of the subaltern? The subaltern cannot speak."(iv)

نو تاریخیت بھی متون کی تفہیم کے لیے انہیں تحتی رویوں کو تلاشتی ہے۔ نو تاریخیت ماضی کے جس طاقت کے نظریے کی بات کرتی ہے۔ نو تاریخیت ماضی کے سیاق میں جا کر تاریخ کے مظہر کو دیکھتی ہے کہ کن طاقتوں کے ماتحت اس وقت وہ تاریخ ظہور میں آئی۔

نو تاریخیت اور تانیثیت دونوں نظریات میں بہت سی اقدارِ مشترک ہیں۔ اقتداری اجارہ داری قوتوں اور سماجی ڈھانچوں کی تشکیل کے حوالے سے یہ دونوں نظریے ایک دوسرے سے متصل معلوم ہوتے ہیں۔ تانیثیت میں بالخصوص خواتین اور جنس کی نمائندگی پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے جبکہ نو تاریخیت ان دونوں (خواتین اور جنس) ہر سماجی اثرات کا تجزیہ ایک وسیع تر تناظر میں کرتی ہے۔ اس میں عورت کو جنس کے علاوہ اور بھی بہت سی حیثیتوں سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نو تانیثیت اس بات پر غور کرتی ہے کہ کیسے طاقت ور اقتداری قوتوں نے جنسی تعصب کی وجہ سے عورت کا استحصال کیا۔ اس کے پس منظر میں کون سے محرکات تھے۔ کیسے ادب اور زبان کے ذریعے اشرافیہ نے عورت کے حقوق کے خلاف مہابیانیہ قائم کیا۔ یعنی تانیثیت میں سیاق وسباق کی طرف جا کر مطالعہ کیا جاتا ہے اور نو تاریخیت بھی اسی پہلو پر زور دیتی ہے۔

دیکھا جائے تو تانیثیت کو نو تاریخی نظریے کے ذریعے پرکھنے سے اس میں بہت زیادہ وسعت پیدا کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا نقطہ نظر ہے جو مذکورہ دونوں نظریات کی فلسفیانہ بصیرتوں کو یکجا کر کے ان کئی دیگر تعبیری و تشریحی زاویے فراہم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ تاریخ کس طرح جنس پر اثر انداز

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.02 No.04 (2024)

ہوتی رہی اور اس کے برعکس جنس کس طرح تاریخ پر اثرانداز ہوتی رہی ان دونوں صورتوں کو تقابل میں لایا جاسکتا ہے۔ سمن دی بوار (Simone De Beauvoir) کے مطابق:

> "Representation of the world, like the world itself, is the work of menthey describe it from their own point of view, which they confuse with absolute truth."(v)

اسے نو تاریخی تناظر میں دیکھیں تو ہمیں اس امر کو اس عہد کے مطابق سمجھنا ہو گا کہ جنس کے حوالے سے مردوں کی نمائندگی کی گئی ہے۔ ان کے لیے تخلیق کاروں نے ایسے الفاظ استعمال کیے جن سے ثقافتی سطح پر مردوں کا غلبہ رہے۔ نو تاریخیت اسی ثقافتی غلبے اور طاقت کی وضاحت پیش کرتی ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ کوئی بھی تخلیق مطلق سچائی نہیں ہوتی۔ نو تاریخیت بھی طاقت کی بات کرتی ہے اور تانیثیت میں مرد اغلب معاشرے کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ نظریات کس طرح جنس اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتی ہے۔ وہ سچائیاں جو ایک سماج کی تشکیل پر لاگو کی جاتی ہیں ضروری نہیں ہیں کہ سب کے لیے ہوں۔ جنہیں قدرتی اور مطلق بنا کر پیش کیا جارہا ہو وہ درحقیقت انسانی ذہن کی تخلیق اور اس تشریح کا نتیجہ ہوتی ہیں جو انسان کسی بھی سطح پر دکھانا چاہتا ہے۔

اس طرح تانیثیت اور نو تاریخیت دونوں ہی نظریات، سماجی تشکیلات، دنیا کی تفہیم اور نمائندگی کے لیے کسی ایک ہی سچائی اور مرکز کو ماننے سے اختلاف کرتے ہیں۔ دونوں نظریات معروضی سچائیوں کے تصور کو مسترد کرتے ہوئے اس میں سوال کرنے کی گنجائش پیدا کرتے ہیں۔

نو تاریخیت اور نو آبادیات باہم ایک دوسرے پر بہت سے حوالوں سے اثرانداز ہوتے ہیں۔ دونوں نظریات ادبی اور ثقافتی مطالعات کے حوالے سے اہم نظریات ہیں۔ نو تاریخیت ثقافتی حالات کا جائزہ لینے کے لیے نو آبادیات کا سہارا لیتی ہے۔ سماجی طاقت کی حرکیات، ثقافتی اثرات کی تلاش، نو تاریخیت نو آبادیات سے مستعار لیتی ہے۔ ان دونوں نظریات کی طاقت کی حرکیات اور ثقافتی مسائل پر گہری توجہ ہے۔ ثقافتی اور ادبی تشکیل پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ یہ نظریات ادب میں موجود غالب نظریات کو چیلنج کرتے ہیں۔ نو تاریخیت یہ دیکھتی ہے کہ نو آبادیاتی عہد ادبی اور تاریخی مقاصد مغلوب و مفتوح اقوام پر حکومت کرنے کے لیے کس طرح سے استعمال کرتے ہیں۔ نو آبادیات اپنے تئیں عوام کی نمائندگی کے لیے بیانیے تعمیر کرتے ہیں۔ نو تاریخیت ان بیانیوں کو تاریخی تناظر میں بے نقاب کرتی ہے۔ نو آبادیات، ثقافت، مذہب طبقے اور دیگر حربوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنی طاقت اور مہابیانیوں سے مفتوح اقوام کو یہ یقین دلانے کے لیے وہ ان کے خیر خواہ ہیں۔ اسی طرح وہاں کے عوام طاقت کے آگے کبھی تو سر تسلیم خم کرتے ہیں اور خوشامدی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ بعض مزاحمت کرتے ہیں۔ نو آبادیات کی کوشش ہوتی ہے کہ ادبی متون کے ذریعے عوام تک خوشامدی رویوں کا پرچار تو کیا جائے لیکن بغاوت اور مزاحمت کو چھپا لیا جائے۔ نو تاریخیت اس ضمن میں یہ کوشش کرتی ہے کہ معاصر عہد کے مطابق قریب ترین سچائی ان ادبی متون سے اخذ کر کے عوام کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح عظیم بیانیوں پر سوال اُٹھاتے ہوئے ان نظریات کی شکست و ریخت کرتی جو طاقت کے ذریعے سامنے آئے ہوتے ہیں۔ گرین بلاٹ نو تاریخیت کے بنیاد گزاروں میں ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ عموماً ادب اپنے وقت کے مفادات اور اداروں سے جڑا ہوا ہے۔ نو آبادیاتی تنقید کے ساتھ اس کا یہ خیال مطابقت رکھتا ہے۔ نو آبادیاتی طاقتیں ثقافتی بیانیے کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اپنے نظریات کو ثقافتی شکل دیتے ہیں۔ گرین بلاٹ لکھتا ہے:

> "I began with the desire to speak with the deed. This desire is a familiar, unbidden, and in some ways unacceptable, in early seventeenth century. They spoke for the most part of the intersts of the living, of the diverse communities and groups to which they had belonged, and they spoke in ways that made it difficult for us to separate their words from the powerful institutions that continually reproduced them."(vi)

نو تاریخیت اس بات کا کھوج لگاتی ہے کہ کیسے ایسی ثقافت تیار کی جاتی ہے جو طاقت کو متاثر نہ کرے اور ہمیشہ اس کے تابع کرے۔ بہت سی چیزوں کو اس نوعیت کے کلچر میں ڈھال دیا جاتا ہے کہ وہ محکوم طبقے کو غیر محسوس طریقے سے ہمیشہ اپنے تابع اور اپنا محکوم رکھیں۔ اس طرح طاقت ور اور

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.02 No.04 (2024)

کمزور کے درمیان ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ نو تاریخیت ان کے درمیان اپنی روابط کو تلاش کرتی ہے۔ اس حوالے سے ہومی کے بھابھا (Homi K. Bhabha) رقم طراز ہیں:

> "The very concepts of homogrneity, coherence, and solidarity of the imagined community of the nation are themselves a construct of cultural discourse a projection of the heterogeneity of society."(vii)

اس طرح یہ نظریات اس بات پر تجزیاتی اور منطقی غور کرتے ہیں کہ طاقت، تاریخ اور ثقافت کس طرح سے باہم مربوط ہیں۔ دونوں روایتوں بیانیوں کے رد و قبول میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

روس ہیئت پسندی اور نئی تنقیدی تھیوری دو ایسے نظریات ہیں جن کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ نو تاریخیت کی تھیوری ان کے رد میں زیادہ مقبول عام ہوئی ہے۔ روسی ہیئت پسندی اپنی تمام تر توجہ ہیئت پر مرکوز رکھتی ہے۔ ہیئت کے علاوہ دیگر چیزوں کو وہ خام سمجھتی ہے۔ متن کی تعبیر و تشریح کے لیے اس نظریے میں تمام تعبیری حربے ہیئت سے ہی کشید کیے جاتے ہیں۔ اس نظریے کے مطابق ادبی متون بالکل آزاد ہیں اور دیگر تعبیری زاویے ادب کی خود مختاری کو چوٹ پہنچاتے ہیں۔ روسی ہیئت پسند کے مطابق ادب ایک خود مختار شعبہ ہے۔ اس لیے اس کے قوانین بھی خود مختار ہیں اور بالکل الگ ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں نو تاریخیت اس کے بالکل برعکس متن پر اس کے ارد گرد کے ماحول بالخصوص ثقافت پر کڑی نگاہ رکھتی ہے۔ ادبی متون کی تشریح کے نو تاریخیت میں سماجی قوانین اور ثقافت ناگزیر حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نظریہ محض ادبیت سے نکل کر ادبی متون کو دیکھنے کا قائل ہے۔

روسی ہیئت پسندی ادبی تاریخوں کے اصل تصویر پر اور ادبی تکنیکوں کے درست استعمال پر زور دیتی ہے۔ ادبی متون میں ایک مخصوص پن پایا جاتا ہے جو انہیں غیر ادب سے اور دیگر اقسام کی تحریروں سے ممیز و ممتاز بناتا ہے۔ مانوس اشیاء اور تصورات کو اجنبیانے کے عمل سے گزار کر نیا بنا دیا جاتا ہے۔ ہیئت معمولی چیزوں کو ایک نئے انداز میں دیکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ ہیئت پسند متن کے رسمی عناصر جس میں بیانیہ کی ساخت، اس میں موجود جملہ سازی اور دیگر ادبی آلات جن میں استعارے اور علامتیں وغیرہ شامل ہیں، پر زور دیتے ہیں۔ اس تحریک کے اہم مفکرین وکٹر شکلووسکی، رومن جیکسن، یوری ٹینیا نوف وغیرہ نے فنکار کی جگہ فن کی اہمیت کو ابھارا ہے۔ ناقد اور فن کار دونوں کو الگ کر کے، ان کے ذاتی تاثر، پسند ناپسند، داخلیت کے تمام عناصر سے بالکل دلچسپی ہٹالی گئی۔ ہیئت پسند کسی بھی تخلیق کو مصنف کی ذات کے اظہار یا انسانی زندگی کے نقطہ نظر کی حیثیت سے دیکھنے کے عادی نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک ادب آزاد ہے اور اس کے مطالعات اور نقد و نظر کے لیے الگ، آزاد، واضح اور معروضی کسوٹی کا ہونا از حد ضروری ہے۔

یوں نو تاریخیت کے برعکس روسی فارملزم نے مصنف اور تاریخی سیاق و سباق سے صرفِ نظر کیا۔ ادبی کاموں کے رسموں پہلوؤں پر توجہ مرکوز کر کے، روسی فارملزم نے ادب کی تعبیر و تشریح کے لیے نئے نئے آلات اور زاویہ نظر فراہم کیے۔

ہیئت پسندی کے روبہ زوال ہونے کے بعد اس کی ضمن میں امریکی نئی تنقید کا آغاز ہوا۔ یہ 1940ء کی دہائی میں مختلف امریکی یونیورسٹیز سے اُبھرا۔ جان کرو رینسم (John Crowe Ransom) کی کتاب "The New Criticism" سے یہ اصطلاح بر آمد ہوئی اور اس کے بعد اس کا رواج عام ہوا۔ اس کے اہم مفکرین میں جان کرو رینسم، جان ایلین ٹیٹ، کلینتھ بروکس، رابرٹ پین وارن وغیرہ کے نام انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ نئی تنقید کلوز ریڈنگ پر زور دیتی ہیں۔ یہ وہی طرز ہے جو روسی ہیئت پسندی میں موجود رہے۔ کلوز ریڈنگ مصنف کے خارجی و داخلی حالات، اس کے عہد اور تاریخی سیاق کو نظر انداز کرتی ہے۔ اس بنیادی مرکز متن ہے۔ متن کی ساخت، زبان، امیجری اور معنی پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ متن کا تفصیلی اور محتاط تجزیہ کی حمایت کرتا ہے۔ اس متن کو مجموعی طور پر ہر ایک کو مطالعہ میں لایا جاتا ہے۔ عناصر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک نئی تنقید کا نقاد تمام تر تفہیمی وسائل صرف متن سے وصول کرتا ہے۔ مصنف کے نام اور اس کے پس منظر کے بغیر متن ایک آزاد اکائی ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ولیم۔ کے ویمسٹ کا کہنا ہے:

> "The poem belongs to the public. It is embodied in language, the peculiar possession of public and it is about the human being and the world. The poem is not the critic's own and not the author's. It is detached from the author at birth and goes, about the world beyond his

> power to intend about it or control it. The poem belongs to public."[viii]

بلاشبہ اس تنقیدی دبستان کو اپنے عہد میں متن کی درست تفہیم اور مصنّف سے علاحدہ ہو کر متون کی تشریح کے حوالے سے بہت پذیرائی ملی اور جان کرور نیسم نے یہاں تک کہہ دیا:

> "The new criticism, I shall argue, is the theory of criticism that confronts us today as the most likely to be true and the most likely to save literature as art."[ix]

نئ تنقید 1960ء میں دیگر نو تنقیدی نظریات ورویوں کی زد میں آنا شروع ہو گئی۔ متن کی تفہیم کے جن پہلوؤں کی طرف اس نے توجہ دلائی تھی وہ خود اس کے زوال کا سبب بننا شروع ہو گئے۔ جس ثقافتی منظر نامے کو نظر انداز کیا جا رہا تھا، ناقدین نے اس کی طرف توجہ دینا شروع کر دی۔ بعد میں آنے والے نقادوں نے یہ تسلیم کیا کہ ادب کو سماجی، سیاسی اور تاریخی، سیاق وسباق کے ذریعے سمجھنا از حد ضروری ہے۔ میڈیا اور دیگر نظریات نے ادبی تنقید میں نئی راہیں کھولیں، جو نئی تنقید کے محدود طرزِ عمل کو چیلنج کیا۔ متون کی نئی صورتوں فلموں، پاپولر کلچر وغیرہ کی صورت میں غیر روایتی متون بن کر سامنے آئیں۔ اس کے علاوہ امریکی یونیورسٹیز میں ان جدید ادبی متون پر توجہ مرکوز ہونے لگی۔ ان وجوہات کی بنا پر نئی تنقید کی مقبولیت میں کمی آئی اور دیگر ادبی نظریات نے اس کی جگہ لے لی۔ انھی نو تنقیدی نظریات میں ''نو تاریخیت'' کا نظریہ منظرِ عام پر آیا اور اسے مقبولیت عام ملنا شروع ہوئی۔

---

i- Paul De Man, Blindness and insight: Essays in the Rhetoric of contemporary criticism. 1971, P:83

ii- Catherine Gallagher & Stephen Greenblatt Practicing New Historicism, US: University of Chicago Press, 2000, A.D, P:114

iii- Fredrich Jemison, The political Unconscious: Narrative as socially symbolic act, 1981, P:15

iv- Spivak, Gayatri Chakravorty, Marxism and the interpretation of culture, university of Illinois Press, 1988, P:271

v- Simone De Beauvoir, The Second Sex, Translated by UK, Every Men's Library, 1993, P:43

vi- Stephen Greenblatt, Shakespearean Negotiations: The Circulation of Social Energy in Renaissance England, USA: University of California Press,1988, P:73

vii- Homi K. Bhabha, The Location of Culture, London: Routledge Classics, 2004, P:139

viii- William K. Wimsatt and Monroe Beardsley, The Verbal Icon: Studies in the meaning of poetry, USA: University of Kentucky Press, 1954, P:94

ix- John Crowe Ransom, The New Criticism, New York: New Directions Publishing Corporation, P:13